لیفٹننٹ کرنل محمد اعظم ریٹائرڈ

شیر شاہ سوری

برصغیر کا پٹھان حکمران جس کا عرصہ حکومت بہت مختصر تھا' تاریخ کی ان ممتاز ہستیوں میں سے ایک ہے' جس کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس کی وفات کے دس سال کے اندر اس کا خاندان نیست و نابود ہو گیا' بلکہ عنانِ حکومت اس کے قبیلے سے نکل کر مغلوں کے ہاتھ میں پہنچی' جو صدیوں تک برصغیر میں برسر اقتدار رہے اور تمام سوانح نگار جنہوں نے شیر شاہ کے بارے میں لکھا مغلوں کے دربار سے متعلق تھے اور وہ بوجوہ مغلوں کا تختہ الٹنے والے کے متعلق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہے اور اس کے سات انصاف نہیں کیا۔ تیسری اور اہم وجہ بعد کے سوانح نگار ہندو یا انگریز تھے جنہوں نے جان بوجھ کر اس عظیم حکمران سے متعلق فارسی میں موجود کتابوں کا ترجمہ ایمانداری اور دیانتداری سے نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ شیر شاہ سوری ایک بہترین منتظم اور فن حرب میں غیر معمولی ذہانت رکھتا تھا۔

آج ہم گرینڈ ٹرنک روڈ سے سفر کرتے ہوئے پشاور سے لاہور نہ صرف بآسانی پہنچ جاتے ہیں بلکہ اگر ہم پڑوسی ملک بھارت کی سرحد پار کر کے اس سڑک پر جو کہ آج سے چار سو سال پہلے تعمیر کی گئی تھی اپنا سفر جاری رکھیں تو ہم نہ صرف دہلی پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے آگے بنگال تک بغیر دقت کے جا سکتے ہیں۔ یہ سڑک ایک ایسے مسلم حکمران کا کارنامہ ہے جو زیادہ عرصہ حکمران نہیں رہا۔ بلکہ ان چند سالوں میں وہ جنگ وجدل میں بھی مصروف رہا۔

گرینڈ ٹرنک روڈ کے علاوہ' شیر شاہ سوری نے ہندوستان کو ایسا مال گزاری کا نظام دیا جو آج تک ویسے کا ویسا رائج ہے۔ ریونیو کا یہی نظام مغلوں کے عہد میں بھی رائج رہا' مغلوں کے بعد سکھ' درانی اور انگریز اس میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے۔ بلکہ یہاں تک کہ بعض الفاظ مثلاً خسرہ' کھتونی وغیرہ کا متبادل نہیں پیش کر سکے' محکمہ مال میں جو خاص اصطلاحات شیر شاہ سوری کے زمانے میں رائج ہوئیں یہ برصغیر میں آج تک رائج ہیں۔ شیر شاہ کی انتظامی صلاحیتوں کا اندازہ اس کے بندوبست اراضی سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ بندوبست اراضی کا یہ تجربہ اس نے اپنے باپ کی جاگیر جو بہار ئیں دو پرگنوں پر مشتمل تھی کے انتظام کے دوران حاصل کیا تھا۔

شیر شاہ سوری ایک بہادر اور طاقتور حاکم تھا۔ جو کہ اپنی ہمت سے برصغیر کے شہنشاہ کے عہدے تک پہنچا۔ وہ قانون شکنوں کے خلاف سخت گیر مگر ضرورتمندوں اور کمزوروں کے لئے ہمدردی اور محبت کا پتلا تھا۔ برصغیر کی تاریخ میں

وہ ایک خودساختہ شخص کی بہترین مثال ہے۔

شیر شاہ سوری جس کا اپنا نام فرید خان تھا' روہ کے پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔شیر شاہ سوری کا آبائی وطن جہاں پٹھان قبیلے آج کل بھی آباد ہیں کوہ سلیمان کی ترائیوں میں روہ کا علاقہ ہے۔صوبہ سرحد وافغانستان کا یہ پہاڑی سلسلہ پٹھان یا قدیم پختون علاقہ کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے جو شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں بلوچستان تک اور مغرب میں غزنی کی پہاڑیوں سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلا ہوا ہے۔

قدرت نے اس علاقہ کو ایک ایسی بہادر قوم کا گھوارہ بنایا ہے جو کہ ابتدائے آفرینش سے اپنے سے قوی تر دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔زمانہ قدیم سے روہ کا علاقہ کسی بزدل قوم کا مسکن نہیں رہا۔روہ کے لوگ مخصوص عادات رکھتے ہیں۔وہ ایک ایک غلام کی طرح اپنی روزی کیلئے کڑی محنت کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ خونریزی اور کشت وخون سے روزی پیدا کرنا اس کیلئے آسان تر' اور باعث فخر ہے حکومت برطانیہ کی کڑی نگرانی کے دور میں بھی ان کیلئے پشاور کے بازار سے کسی متمول تاجر کو پکڑ لانا ایسا ہی آسان تھا جیسے کسی بھیڑیئے کا کسی میمنے کو اٹھالانا...... پٹھان کیلئے جنگ وجدل ایک تفریح کا مشغلہ ہے' باہمی نزاع میں وہ ایک کھلاڑی کی مانند لڑتا ہے۔زمانہ قدیم سے پٹھانوں کی زندگی خانہ بدوش رہی ہے اور اس کی اس خصوصیت کو قافلوں کی تجارت اور مشرق کی جانب سندھ کے میدان اور اس کے پار قبیلوں کی ہجرت نے زندہ رکھا۔حکومت نام کی کسی شے سے پٹھان قبیلوں کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔آج بھی حکومت نام کی کسی شے اس کے وطن میں نہیں ہے۔تاہم اس بہادر اور سادہ لوح قوم نے اپنے لئے ایک ایسا آئین بنا رکھا ہے جس کی مثال دنیا کی شاید ہی کوئی دوسری قوم پیش کر سکے۔اس کا آئین ابتداء سے آج تک غیر تحریری ہے جو پشت در پشت کے رسم و ارواح پر مبنی ہے' اس آئین کی امتیازی خصوصیت مساوات اور انصاف پسندی ہے' ان کی زبان میں اسے ''پختون ولی'' کہتے ہیں۔روہ کے علاقہ میں کوئی بھی مطلق العنان حکمران نہیں ہوا نہ وہاں کبھی کوئی موروثی مرکزی حکومت قائم ہوئی۔ بیرونی حملہ آوروں کے بغیر ان پر کوئی بھی تلوار کے زور پر اپنا سکہ نہیں جما سکا۔پٹھانوں میں نظام حکومت کی پہلی سیڑھی قبیلہ کا سردار ہوتا ہے اور وہ آگے چل کر وفاقی حکومت میں مبدل ہو جاتا ہے۔اس وفاقی حکومت کا صدر ایک منتخب ملک ہوتا ہے۔جو دوران جنگ سپہ سالار ہوتا ہے اور دوران امن ان کے قومی جرگہ کا صدر۔اگر جرگہ کی میٹنگ کسی سیاسی مسئلہ پر غور کرنے یا باہمی نزاع ونفاق کو دور کرنے کے لئے منعقد کی جاتی ہے' پٹھان اپنی جائیداد پر کسی قسم کا ٹیکس ادا نہیں کرتا اور نہ اپنے کنبہ کے سربراہ و پیر کے علاوہ کسی کا حکم ماننے کا روادار ہوتا ہے' پٹھان کسی سیاسی یا سماجی اکائی کا فرد نہیں بلکہ کنبہ ہوتا ہے۔ قرون وسطیٰ میں پٹھان معاشرے میں طبقے تو ہوتے تھے مگر ان میں ذات پات کا امتیاز نہ تھا ان میں عام طور پر تین طبقے تھے جو سماجی فوقیت کے اعتبار سے شریف' موالی اور غلام کے نام سے جانے جاتے تھے۔شریف آزاد افغان تھے موالی ان کے ماتحت کام کرنے والے اور غلام کا درجہ خدمتگار کا تھا۔

روہ کے خطہ سے ہجرت کا جو سلسلہ زمانہ قدیم میں انڈو آرین لوگوں کی آمد سے شروع ہوا تھا مسلسل ۱۸ ویں صدی تک جاری رہا جس کے نتیجے کے طور پر روہیلکھنڈ اور اس کے قرب و جوار میں بنگش، آفریدی اور یوسف زئیوں کی بستیاں آباد ہو گئیں۔ قرون وسطیٰ میں برصغیر میں پٹھانوں کی آمد نے اسلام کے قالب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہماری تاریخ کی ابتداء پندرھویں صدی کے آخر نصف دور میں شروع ہوتی ہے جبکہ روہ کے پٹھان یکے بعد دیگرے ہندوستان کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔ اور دہلی میں سلطان، بہلول لودھی نے پٹھان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔

اسی بہلول لودھی کے عہد حکومت میں فرید خان عرف شیر شاہ کے مورثوں نے روہ کے علاقے سے ہندوستان کی جانب ہجرت کی اور یہی وہ فرید خان ہے جس نے آگے چل کر دوسری بار ہندوستان میں پٹھان حکومت قائم کی جو کہ چند روزہ ثابت ہوئی۔...... شیر شاہ سوری کا مورث اعلیٰ ابراہیم سوری کا علاقہ کوہ سلیمان کی ترائیوں میں ویدک زمانہ کی گومل ندی کے کنارے غزنی اور چمن کے درمیانی واقع علاقے میں ایک چھوٹی سی بستی میں رہنے والی غلزئی قوم سے تعلق رکھتا تھا، دریائے گومل کے کنارے چھ سات میل ایک لمبی پٹی ہے جہاں ابراہیم سوری کا مکان تھا، ابراہیم سوری روہ کا ایک گمنام افغان تھا، جو ضعیف العمری میں اپنے بیٹے حسن کے اصرار پر عازم ہجرت ہوا۔ یہ زمانہ غالباً 1482 کا تھا اسوقت تک افغان مہاجرین کی ایک کثیر تعداد ہندوستان آچکی تھی۔ ہندوستان وارد ہونے کے بعد ابراہیم سب سے پہلے اپنے ایک دور کے رشتہ دار کے ہاں قیام پذیر ہوا اپنے میزبان صورت خان سوری کے ہاں مختصر عرصے تک قیام کرنے کے بعد اور ابراہیم سوری ایک اور سوری سردار داؤد کے ہاں ہریانہ چلا آیا جس سے مایوس ہو کر جلد ہی وہ جمال خان سارنگ خانی کے پاس حصار چلا آیا، جمال خان نے پرگنہ نارنول میں چند گاؤں ابراہیم کو بطور قطع دیئے۔ اسطرح ابراہیم کا بیٹا حسن سوری نارنول میں 40 گھوڑوں کا سردار بن گیا، نارنول لودھی سلطنت کے جنوب مغرب میں راجپوت ریاستوں کی سرحد پر واقع تھا۔ بالآخر ابراہیم نے اس قصبے میں بود و باش اختیار کر لی۔ شیر شاہ سوری کے سوانح نگاروں کے بیانات اس کی پیدائش کے بارے میں متضاد ہیں لیکن اندازاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیر شاہ سوری بہلول کی تخت نشینی 1452 اور 1489 کے عرصے کے درمیان پیدا ہوا۔ اور اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرید کی ولادت بہلول لودھی کی وفات سے تین سال پہلے 1486 میں ہوئی۔ تاریخ کی طرح فرید خان کی جائے پیدائش میں بھی اختلاف ہے، ایک سوانح نگار کے مطابق فرید خان حصار میں نہیں بلکہ نارنول میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں حسن کی جاگیر سہسرام حاجی پور اور ٹانڈہ میں تھی جو کہ بہار میں تھا۔ جہاں اسے 500 گھوڑوں کا دستہ رکھنے کا منصب دیا گیا تھا۔ اپنی ابتدائی زندگی میں شیر شاہ کچھ زیادہ مطمئن اور خوش و خرم نوجوان نہیں تھا۔ اس کے والد حسن خان کی متعدد بیویاں تھیں جن سے اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹا سلیمان خان تھا جس کی ماں خوبصورت ہندو زرگر عورت تھی۔ اور جس کی وجہ سے حسن کا گھر سازشوں کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا وہ چاہتی تھی کہ حسن سلیمان کو اپنا وارث مقرر کر کے ساری جاگیر اس کے نام

کردے، فرید کی روز افزوں شہرت نے سلیمان کی ماں کے دل میں حسد پیدا کر دیا تھا لہٰذا آہستہ آہستہ حسن کے رویہ میں تبدیلی آتی گئی اور حسن نے فرید کے انتظام میں نکتہ چینی شروع کر دی۔ اس رویے سے دل برداشتہ ہو کر فرید نے جاگیر کے انتظام میں دلچسپی لینا بند کر دیا اور اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر فرید خان نے روزی کی تلاش میں سہسرام چھوڑ کر آگرہ جانے کا ارادہ کیا۔ حسن کے عزیز و اقارب کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اکٹھے ہو کر حسن کے پاس آئے اور اس کو سخت لعنت ملامت کی کہ وہ ایک کنیز بیگم کے کہنے پر اپنے لائق اور ہونہار لڑکے کو گھر سے نکال رہا ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ سلطنت میں ہر چہار طرف بدامنی ہے۔

فرید نے 522 میں اپنے والد کا گھر چھوڑ دیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً 36 سال تھی اس نے اپنے بیوی بچوں کو بھائی کے سپرد کر دیا اور تنِ تنہا کانپور کے راستہ آگرہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

سہسرام سے شیر خان سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آگرہ گیا اور اس کی وساطت سے بابر کے دربار میں پیش ہوا۔ اس نے چندیری کے محاصرہ میں شرکت کی اور کچھ مدت تک مغلوں کی فوج کے ساتھ رہ کر طریقۂ جنگ و نظامت سیکھے۔ ایک روز ایک دعوت میں بابر کی موجودگی میں شیر خان کو چینی کی طشتری میں مچھلی کھانے کو دی گئی، شیر شاہ اس کے کھانے سے ناواقف تھا اس نے فوراً اس کو اپنے خنجر سے کاٹا اور کھانے لگا بابر یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے اپنے وزیر کی توجہ اس طرف دلائی اور کہا اس نے بہت سے عالی مرتبہ اور بہادر افغان دیکھے ہیں مگر کسی اور افغان نے اس کو متاثر نہیں کیا۔ اس نے اپنے وزیر کو یہ بھی تاکید کی کہ وہ اس پر نظر رکھے۔ اس واقع کی صحت مشکوک ہے کیونکہ کسی اور وقائع نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی تصدیق کی ہے شیر شاہ آگرہ سے واپس سہسرام آیا اور سلطان محمود لوہانی کے ہاں ملازم ہو گیا۔ بہار اس وقت سلطان محمود شاہ لوہانی کے زیر تسلط تھا۔ اوائل 1528ء میں ہی سلطان محمود شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بابر مشرقی صوبوں کی مہم سے واپس لوٹا تو شیر خان کو اس کی جاگیر اور عہدہ واپس مل گیا اور وہ مغلوں کا حامی اور معتمد سمجھا جانے لگا۔ دوسری طرف افغان سردار اور لیڈر مغلوں سے دہلی سلطنت چھیننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ افغانوں کے ساتھ ہمایوں کا معرکہ جونپور اور لکھنو کے قرب و جوار میں ہوا، جس میں شیر شاہ اپنی جاگیر کے قلعہ میں رہا اور اس نے افغان سرداروں کے ساتھ جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ افغانوں کو دورابا کے مقام پر مکمل شکست ہوئی جو کہ پانی پت کے بعد ان کی دوسری بڑی شکست تھی، شیر خان تنہا ایسا افغان سردار تھا جس نے مغلوں کے ساتھ شروع سے رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا اور اگر ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت کا راستہ اختیار نہ کرتا تو شیر خان ہمیشہ کے لئے مغلوں کا فرمانبردار دوست بن جاتا۔ یہ غلطی ہمایوں نے چنار اور جونپور کے علاقے کا محاصرہ کر کے کی جس کا اثر براہ راست شیر شاہ پر پڑا۔ ہمایوں چنار اور جونپور کے محاصرہ میں ناکام رہا تھا۔ فتح اور کامرانی اور نیک افعال کے درمیان شیر کی دفعتاً وفات ایک حکمران کی حیثیت سے اس کے کردار کے اوصاف کی وجہ سے اس کی

ذات کے چاروں طرف ایک ایسا ہالہ بن گیا تھا جو اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر جا رہا ہو۔ شیر شاہ سوری سولہویں صدی کا طوفانی انسان تھا' فتح وظفر کی لہریں ایک کے بعد ایک اسے اوپر اٹھا رہی تھیں کہ مئی 1545ء میں مرگِ ناگہانی نے اسے آلیا۔ بہ فرضِ محال اگر وہ دس سال اور زندہ رہتا تو شاید وہ واقعتاً ایسا مستحکم نظام حکومت بنالیتا کہ اکبر کو آئندہ دس سال تک کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی' شیر شاہ نے محض 5 سال حکومت کی لیکن اتنے ہی قلیل عرصہ میں اس نے اپنے لئے قرون وسطیٰ کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام بنالیا' جو اکبر اعظم کے بعد اگر کسی کو قابل حکمران تسلیم کیا جاتا ہے تو وہ شیر شاہ ہی ہے' تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کہ اس کی 5 سالہ حکومت کی اہمیت اکبر کی 50 سالہ حکومت سے کسی طرح کم نہ تھی۔

نیاب کی فتح کے بعد شیر شاہ کو اپنی سرحدوں پر دھیان دینا لازمی ہوگیا تھا۔ کوہستان نمک اور گھکھڑوں سے نپٹ کر شیر شاہ سوری نے کشمیر کی طرف توجہ کی۔ جس کے بعد ملتان کو فتح کرتا ہوا شیر شاہ سندھ کی طرف متوجہ ہوا' بنگال جو ہندوستان کی تاریخ کی ابتداء میں سے ہے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے اس کا اطلاق ہندو زمانہ تاریخ پر بھی ہوتا ہے' جتنا زمانہ وسطیٰ کی تاریخ پر' شیر شاہ نے جنوری 1540ء میں ظفر خان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ جو کہ جلد ہی خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا تھا اس کی خبر شیر شاہ کو بھی ہوگئی تو وہ خود جون 1540ء میں بنگال کے لئے روانہ ہوگیا۔ بنگال میں یورش ختم کرنے کے بعد شیر شاہ نے مال گزاری کا بندوبست ختم کر کے بنگال میں متعدد مشہور سڑکیں بنائیں۔ اور تجارت منظم کی۔ شیر شاہ نے افغانوں کو بنگال میں آباد کر کے بنگال کو افغانوں کا دوسرا وطن بنایا۔ بنگال سے فارغ ہو کر شیر خان نے فروری 1542ء میں مالوہ کو فتح کیا جسکے بعد ریگستان راجپوتانہ کی راجپوت ریاستیں زیر نگیں لائی گئیں جس کے بعد میواڑ اور گجرات کو توجہ دی گئی۔ ہمایوں کی راہ فرار مارواڑ کے راستے تھی وہ اس خیال سے اس طرف آیا تھا کہ راجپوتوں سے اسے کچھ مدد مل جائے گی اور اگر قسمت نے یاوری نہ کی تو وہ قندھار جا کر اپنے بھائیوں عسکری اور ہندال سے مدد مانگے گا ۔مگر راستے میں مشکلات کے باعث اس نے روہڑی سے جسلمیر جودھپور کا راستہ اختیار کیا' جو کہ دشوار گزار اور مشکل تھا' دوسرے مارواڑ کا راجہ مالدیو بھی مخالفانہ سازشوں میں شامل ہوتا نظر آرہا تھا جو کہ وہ یہ سب شیر شاہ کے ڈر سے کر رہا تھا۔

مسلم سلاطین کا دور جو غزنویوں' خلجیوں' تغلق' غوری اور لودھیوں کے عہد حکومت اور فتوحات پر مشتمل تھا۔ بابر کے ہاتھوں ابراہیم لودھی کی پانی پت کے میدان پر شکست 1526ء کے بعد ختم ہوگیا جس کے بعد چھوٹے چھوٹے افغان سردار جو کہ صوبوں کے حکمران تھے' مغلوں کے سامنے بے بس تھے' افغانوں کا پہلا دور جو کہ 1526ء میں لودھیوں کی شکست کے ساتھ ختم ہوگیا تھا۔ شیر شاہ سوری کی ہمایوں پر فتح کے بعد شیر شاہ سوری کی تاجپوشی کے بعد افغان حکمرانی کا دوسرا دور گردانا جاتا ہے جو کہ مختصر تھا' مگر تاریخ برصغیر پر اس دور کے دوررس نتائج مرتب ہوئے کیونکہ اپنے مختصر عہد حکومت میں شیر شاہ جو انتظامی ادارے قائم اور اصلاحات نافذ کر گیا تھا ان کی وجہ سے مغل کئی صدیوں تک برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے اور شیر شاہ کی اصلاحات نے انکو استحکام بخشا۔ شیر شاہ زود فہم' زیرک' ذہین اور بالغ نظر

حکمران تھا جس نے مغلوں کے قریب رہ کر ان کی عادات واطوار اور ان کے فن حرب کا تفصیل سے مطالعہ کیا۔ گو وہ سب افغانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا' مگر پھر بھی اس نے مغلوں کیخلاف انہیں اکٹھا ضرور کیا اور ابراہیم لودھی کی شکست کا بدلہ بابر کے بیٹے ہمایوں سے لیا اور اسطرح بظاہر مغلوں کا تقریباً خاتمہ کردیا گیا۔

شیر شاہ سوری کی ساری زندگی کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک مردم شناس اور معاملہ فہم آدمی تھا' وہ اپنے زمانے کے افغان سرداروں سے بالکل مختلف تھا۔ شیر شاہ سوری نہ مال وزر کا دلدادہ تھا نہ عیش ونشاط میں کسی قسم کی دلچسپی رکھتا تھا' ہمایوں کی شکست کے بعد مغلوں کے حرم کی خواتین کی بصد احترام آگرہ واپسی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شریف النفس فاتح تھا اور مفتوحین اور خواتین کے ساتھ برتاؤ کیلئے اس نے سخت ترین احکامات جو اپنی فوج کو دے رکھے تھے ان پر عمل درآمد کرانے کیلئے بھی سختی برتتا تھا۔ شیر شاہ پڑھا لکھا عالم آدمی تھا اور بچپن میں تحصیل علم کیلئے مختلف مکاتب و مدارس میں جید عالموں کے زیر تعلیم رہا تھا۔..... بابر کی وفات دسمبر **1530**ء میں ہوئی جب کہ شیر شاہ کو صرف **4** سال کا وقت ملا جو کہ زیادہ تر جنگ و جدل میں گزرا' ہمایوں کو بابر سے ایک بدنظم سلطنت وراثت میں ملی جبکہ وہ بابر جیسی خصوصیات نہیں رکھتا تھا۔ اور اس وقت اسکے دشمن سلطنت کے اندر اور باہر گھات لگائے بیٹھے تھے' دوسرے اسکا اپنے بھائی اس کیخلاف سازشوں میں مصروف تھے' بابر نے افغان سرداروں کیخلاف کئی بار فوج کشی کی مگر کوئی دیرپا اثر نہ ہوا۔

1530ء کا سال شیر خان کے لئے عروج کا سال تھا۔ جب کہ افغان سردار تاج خان سروانی کی لاولد بیوہ لاڈ ملکہ اپنی بے پناہ مال دولت اور چنار کے قلعے کے ساتھ اپنی خوشی اور خواہش سے شیر شاہ کے عقد میں آگئی۔ اسی سال غازی پور کے افغان سردان ناصر خان لوہانی کی لاولد ہندو بیوی گوہر گوسائیں اپنی بے پناہ مال ومتاع کے ساتھ شیر شاہ کے نکاح میں آگئی۔ قیام چنار کے دوران پرگنہ چنار کی جاگیر بھی شیر شاہ کے ہاتھ آئی' چنار کے قلعہ کی فوجی اہمیت کے پیش نظر ہمایوں نے چنار کا قلعہ شیر خان سے مانگا جو اس نے دینے میں پس وپیش کی۔ اس پر ہمایوں نے ناراض ہوکر چنار کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ ہمایوں کی پالیسی میں کوتاہ نظری اور عاقبت نااندیشی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ایک مورخ کے الفاظ میں شیر خان ہی تنہا ایسا افغان سردار تھا جس نے شروع سے مغلوں کے ساتھ رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا۔ اور اگر احسان فراموش ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت نہ کرتا تو اغلب ہے کہ شیر خان ہمیشہ کیلئے مغلوں کا دوست بن جاتا۔

چتوڑ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد شیر شاہ سوری کا اگلا ہدف کالنجر کا قلعہ تھا' جو کہ بندھیل کھنڈ میں واقع ہے' کالنجر میں شیر شاہ کا باغی راجہ بیر سنگھ دیو بندھیلی نے وہاں کے راجہ کے پاس پناہ لی ہوئی تھی' چونکہ کالنجر کے قلعہ تک کا راستہ مشکل اور دشوار گزار تھا۔ اس لئے شیر شاہ کا منصوبہ یہ تھا کہ قلعہ تک زمین دوز پوشیدہ راستہ بنایا جائے۔ جب شیر شاہ کے فوجی دستے راستے کی تعمیر میں مصروف ہوتے۔ شیر شاہ خود بھی کام کے معائنہ کے لئے چلا آتا۔ ایسے ہی ایک موقع پر

شیر شاہ نے قلعے کی دیوار کو پھاڑنے کے لئے اپنے توپچیوں کو ایک بڑا راکٹ تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ راکٹ کسی غلطی کی وجہ سے وقت سے پہلے پھٹ گیا اور سارے توپچی اور دوسرے لوگ جن میں شیر شاہ بھی کھڑا تھا اس دھماکہ کی زد میں آ گیا۔ مٹی اور غبار کے بیٹھنے کے بعد تمام فوجیوں کی لاشیں جو ٹکڑیوں کی صورت میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں، اکٹھی کی گئیں۔ شیر شاہ کی صرف ایک ٹانگ جو کہ اس کے جوتوں سے شناخت ہو سکی مل گئی۔ یہ واقعہ 23 مئی 1545ء کا ہے گوشت کے متفرق ٹکڑے اکٹھے کر کے سہسرام کے نزدیک ایک جھیل کو خشک کر کے شیر شاہ کا مزار تعمیر کیا گیا اور مزار کی کرسی کو زمین سے 30 فٹ بلند رکھا گیا اور وہیں شیر شاہ کو دفن کیا گیا۔ برصغیر کے اس عظیم حکمران اور فاتح کا یہ آخری معرکہ تھا جس میں وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔

شیر شاہ سوری کا عہد اور اس کی زندگی کا زمانہ انتشار اور افراتفری کے پیچ در پیچ واقعات کا ایسا الجھا ہوا مانا جاتا ہے جس میں سے صحیح حقائق نکال کر لانا بے حد مشکل اور صبر آزما کام ہے، ویسے 16 ویں صدی برصغیر میں انتشار کا زمانہ تھا، اس وقت برہمنی سماج کی پرانی قدریں دم توڑ رہی تھیں اور شمال مغرب سے مسلم حملہ آوروں کیساتھ علماء اور مشائخ کی آمد کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی روشنی سے برصغیر میں جہانِ نو پیدا ہو رہا تھا خود شیر شاہ سوری اسی ترقی پسند دور کی پیداوار تھے۔

علمأ، خطبأ، طلبأ اور عام مسلمانوں کیلئے عظیم الشان **خوشخبری**

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت،

دعوات حق (مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ **مولانا سمیع الحق** مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہو گئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑیگا

دعوات حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم طلبأ واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کیلئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے

دعوات حق: دین شریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔

دعوات حق: شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور درد وسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اترا یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ فصلاً علمأ طلبأ اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول: ۶۷۲...... قیمت -/۲۱۰ روپے، صفحات جلد دوم: ۵۰۲...... قیمت: -/۱۶۵ روپے

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، پشاور